رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴

REGD No. L. 5254

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ

عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

الفضل

روزنامہ — ربوہ — خطبہ نمبر

۵ رجب ۱۳۷۵ھ — فی پرچہ ۱/ — یوم رشنبہ

169

جلد ۱۰/۴۵ ۔ ۱۸ تبلیغ ۱۳۳۵ھ ش ۔ ۱۸ فروری ۱۹۵۶ء ۔ نمبر 42

مجلس دستور ساز نے مسودہ آئین کی پانچویں جدول منظور کر لی

جدول کا تعلق وفاقی، مشترک اور صوبائی اختیارات سے ہے

کراچی ۱۷ فروری۔ گزشتہ رات مجلس دستور ساز نے مسودۂ آئین کی پانچویں جدول منظور کر لی۔ جس کا تعلق مقامی۔ مشترک اور صوبائی اختیارات سے ہے۔ اس جدول کی رو سے وفاقی فہرست کا ایک اور مشترکہ فہرست کے آٹھ امور صوبوں کے سپرد کر دیئے گئے ہیں۔ مشترکہ فہرست کے جو امور صوبوں کے سپرد کئے گئے ہیں۔ ان کی تفصیل یہ ہے (۱) نمائش کے لئے سینما ٹوگراف فلموں کی منظوری (۲) فیکٹریز اور بائلرز (۳) ایڈمنسٹریٹر جنرل (۴) زکوٰۃ (۵) خیرات اور خیراتی ادارے۔ مذہبی اور خیراتی اوقاف (۶) پاگل خانے (۷) سٹمپ ڈیوٹی بشمول انشورنس پالیسیوں اور معاہدوں کی سٹمپ ڈیوٹی (۸) ان اشیاء یا مسافروں کا ٹرمنل ٹیکس جو ریل کے ذریعہ ایک جگہ سے دوسری جگہ جائیں (۹) صوبائی فہرست سے متعلقہ امور کے بارے میں استفسار یا شمار و اعداد۔

کل مجلس دستور ساز نے اردو اور بنگالی کو سرکاری زبانیں قرار دینے کی دفعہ بھی منظور کر لی۔ اس دفعہ کے مطابق انگریزی کی سرکاری حیثیت یوم آئین سے بیس سال تک برقرار رہے گی۔

کل دفعہ ۱۸ بھی منظور کر لی گئی ہے جو یہ ہے (۱) "ہر شہری کو یہ حق حاصل ہوگا۔ کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق کوئی مذہب قبول کرے۔ اس پر عمل کرے۔ اور اس کی تبلیغ کرے (ب) ہر مذہبی فرقے کو اپنے مذہبی ادارے قائم کرنے اور ان کا انتظام و انصرام کرنے کا پورا حق حاصل ہوگا"

شام کی مصر کی سیاسی جماعتوں سے اپیل

دمشق ۱۷ فروری۔ شام کے صدر شکری القوتلی نے تمام سیاسی جماعتوں اور پارلیمانی بلاکوں سے اپیل کی ہے کہ وہ اسرائیلی خطرہ کے مقابلہ کے لئے متحد ہو جائیں۔

دولت مشترکہ کی فوجوں کو جاپان اور جنوبی کوریا سے واپس بلایا جا رہا ہے

فوجوں کو ہٹانے کا کام چند ماہ کے اندر اندر مکمل ہو جائیگا

لندن ۱۷ فروری۔ جاپان اور جنوبی کوریا میں دولت مشترکہ کی جو فوجیں مقیم ہیں۔ وہ چند ماہ کے اندر اندر مکمل طور پر وہاں سے ہٹالی جائیں گی۔ ان کو واپس بلانے کا کام مارچ کے آخر میں شروع ہو جائے گا۔ کل دفتر خارجہ کے ایک ترجمان نے بتایا کہ جاپان اور جنوبی کوریا سے جتنی جلدی ممکن ہو سکا فوجیں واپس بلالی جائیں گی۔

سعودی عرب کے لئے امریکی ٹینک

واشنگٹن ۱۷ فروری۔ امریکہ نے جدید قسم کے ۱۸ ٹینک سعودی عرب کے پاس فروخت کئے ہیں۔ کل ایک سرکاری ترجمان نے بتایا کہ یہ ٹینک سعودی عرب کی درخواست پر تربیتی اغراض کے تحت بھیجے گئے ہیں ان ٹینکوں کے ذریعہ سعودی فوج کو فوجی تربیت دی جائے گی۔ ترجمان نے بتایا کہ سعودی عرب نے دوسرے فوجی سامان کے لئے بھی درخواست کی ہے۔ ترجمان نے یہ بتانے سے انکار کر دیا کہ سعودی عرب نے کس قسم کا فوجی سامان مانگا ہے۔

طلوع و غروب آفتاب

لاہور ۱۷ فروری۔ آج صبح سورج ۶ بجکر ۴۱ منٹ پر طلوع ہوا۔ اور شام کو ۵ بجکر ۵۲ منٹ پر غروب ہوگا۔

آج کا دن

— ۱۷ فروری ۱۹۵۶ء —

آج کے دن ۱۲۵۸ء میں ہلاکو خاں نے بغداد پر حملہ کیا تھا اور ہزاروں شہریوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کے علاوہ شہر کا بیشتر حصہ جلا ڈالا تھا۔

آج کے دن ۱۴۰۵ء میں مشہور تاتار فاتح تیمور لنگ فوت ہوا تھا۔

آج کے دن ۱۸۱۵ء میں انگریزوں اور امریکیوں کے درمیان امن کے معاہدے پر دستخط ہوئے تھے۔

آج کے دن ۱۹۴۹ء میں پاکستان کی صنعت کو ترقی دینے اور صنعتی اداروں کو قرضہ دینے کے لئے پارلیمنٹ میں ایک بل پیش کیا گیا تھا۔ جس کے تحت ۳ کروڑ روپے کے سرمایہ سے صنعتی مالی کارپوریشن کا قیام عمل میں آیا۔

برما اور پاکستان کے درمیان تجارتی گفت و شنید

کراچی ۱۷ فروری۔ عنقریب برما اور پاکستان کے درمیان تجارتی معاہدے کی بات چیت شروع ہونے والی ہے۔ اس سلسلہ میں وزارت تجارت کے عثمان علی صاحب کراچی سے رنگون جا رہے ہیں۔ ان کے ساتھ بعض اور افسر بھی ہوں گے۔ پیر کے دن سے رنگون میں برما اور پاکستان کی کانفرنس بھی ہو رہی ہے۔ اس میں شرکت کے لئے مغربی پاکستان کے افسر روانہ ہو چکے ہیں۔ اس کانفرنس میں دونوں حکومتوں کے باہمی مفاد کے معاملات پر غور کیا جائے گا۔

اخبار احمدیہ

ربوہ ۱۷ فروری۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی کو کان کی درد اور آشوب چشم کی تکلیف میں کچھ افاقہ ہے۔ مگر رات بے خوابی میں گزری۔ احباب صحت کاملہ کے لئے دعا فرمائیں۔

سیدہ ام مظفر احمد صاحبہ سلمہا اللہ تعالیٰ کے متعلق کراچی کی اطلاع ہے کہ انہیں ہسپتال سے بیگم مرزا رشید احمد صاحب کے مکان میں منتقل کر دیا گیا ہے اب طبیعت پہلے سے بہتر ہے۔ مگر ٹانگ میں کسی قدر بے چینی اور عام گھبراہٹ کا سلسلہ کم و بیش چل رہا ہے۔ احباب شفائے کاملہ عاجلہ کے لئے دعائیں جاری رکھیں۔

— لاہور ۱۶ فروری (بذریعہ تار) حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کو معدے میں تکلیف ہو گئی ہے۔ نیز خفیف سی حرارت بھی ہے۔ احباب کرام صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے التزام سے دعائیں جاری رکھیں۔

— صاحبزادہ مرزا رفیق احمد صاحب سلمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ حضرت سیدہ ام ناصر صاحبہ (حرم اول سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ) کافی عرصہ سے بیمار چلی آ رہی ہیں۔ بائیں جانب سینے میں شدید درد کھانسی اور ٹمپریچر کے علاوہ ٹانگ میں بھی درد ہے۔ احباب کرام سیدہ موصوفہ کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے دعا فرمائیں۔

تعلیم الاسلام کالج میں یوم غالب

ربوہ ۱۶ فروری بروز جمعرات بزم اردو تعلیم الاسلام کالج کے زیر انتظام "یوم غالب" منایا گیا۔ اس سلسلہ میں ایک جلسہ کا انتظام کیا گیا۔ جس میں غالب کی شاعری کی مختلف اصناف پر بحث کی گئی ہے۔

مصلح موعود نمبر

الفضل کا آئندہ شمارہ مصلح موعود نمبر ہوگا۔ قارئین کرام اور ایجنٹ حضرات مطلع رہیں۔

ایڈیٹر:۔ روشن دین تنویر بی اے ایل ایل بی

مسعود احمد پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں طبع کرا کر دفتر الفضل ربوہ سے شائع کیا۔

روزنامہ الفضل ربوہ
مورخہ ۱۸ رفروری ۱۹۵۶ء

تعلقات عامہ کا ایک مضمون

ہم الفضل کی اسی اشاعت میں کسی دوسری جگہ تعلقات عامہ کی طرف سے ایک مضمون روزنامہ "تسنیم" کے نوٹ کے ساتھ معاصر سے نقل کر رہے ہیں۔ تعلقات عامہ حکومت کا ایک محکمہ ہے۔ جس کا کام شہریوں میں رابطہ و اتحاد اور امن پسندی کے جذبات ابھارنا بھی ہے۔ اس لئے جہاں تک اس مضمون کا تعلق ہے۔ ہماری دانست میں یہ واقعی اس قابل ہے۔ کہ پاکستان کا ہر شہری اس میں بتائی ہوئی باتوں کو حرزِ جان بنائے۔ اور ان پر عمل کرنے کی پوری پوری کوشش کرے۔

کوئی ملک ترقی نہیں کر سکتا۔ جب تک اس کے شہری باہم محبت اور اتحاد سے رہ کر اور ایک دوسرے کے جذبات کو نگاہ رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنا نہ سیکھیں۔ ایک ملک کی مثال ایک وسیع پیمانے پر ایک خاندان کی ہوتی ہے۔ اگر ایک خاندان کے افراد باہم تو تو میں میں میں مصروف رہیں۔ اور ایک دوسرے کے جذبات کا خیال نہ رکھیں۔ اور ذرا ذرا سے اختلاف پر آپے سے باہر ہو کر ایک دوسرے کے ضرر پر آمادہ رہیں۔ تو ظاہر ہے۔ کہ ایسا خاندان دو دن کے لئے بھی نہیں چل سکتا۔

یہی حال ملکوں کا ہے۔ اگر کسی ملک کے باشندے باہم پیار اور محبت سے مل جل کر رہنا نہیں جانتے۔ اور اپنے اختلافات خواہ مذہبی ہوں یا سیاسی باہم بیٹھ کر صلح وصفائی سے اور افہام وتفہیم سے دور نہیں کر سکتے۔ یا اگر وہ دوسروں کے اختلاف رائے کو برداشت نہیں کر سکتے۔ تو یقیناً ایسا ملک آج بھی تباہ ہوا اور کل بھی۔

ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ گذشتہ صدیوں میں مسلمانوں نے اسلام کے وسیع اصولوں کو بالکل ہی نظر انداز کر کے ذرا ذرا سے فقہی اختلافات پر باہم جنگ وجدل کا میدان گرم رکھا ہے۔ اور اکثر خون وخرابہ تک نوبت پہنچائی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا ہے۔ کہ اسلام نے انسان کی ترقی کے جو گر بتائے تھے۔ وہ تو ہم نے بالکل پس پشت ڈال دیئے۔ اور ہمارے اہل علم حضرات خود بھی ان جھگڑوں میں پڑے رہے۔ اور عوام کو بھی ان میں مصروف رکھا اگر اللہ تعالےٰ وقتاً فوقتاً جیسا کہ اس نے وعدہ فرمایا ہے۔ کہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون. کہ ہم نے ہی قرآن کریم اتارا ہے۔ اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ اپنے نیک بندے نہ بھیجتا رہتا۔ تو آج ہم اسلامی تعلیم کو بھی اس حالت میں پاتے۔ جس حالت میں پہلے انبیا علیہم السلام کی تعلیمیں پہنچ چکی ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسلام کی الکتاب بعینہٖ اور سنت رسول اللہ کا بہت بڑا ذخیرہ ان علمائے حق کے ذریعہ ہم تک پہنچ گیا ہے۔ اگرچہ ہم نے اس تعلیم پر عمل چھوڑ دیا ہے۔ پھر بھی چونکہ اب تک ہمارے پاس اسلام کی صحیح اور جید تعلیم موجود ہے۔ یہاں تک کہ قرآن کریم کا ایک نقطہ بھی نہیں بدلا۔ اس لئے ہمیں اس امر کا نہایت عظیم موقع حاصل ہے۔ کہ ہم اللہ تعالیٰ کی حقیقی اور اصل ہدایات کی روشنی میں اپنے کردار کو از سر نو درست کر سکیں۔ اور اس گرد وغبار کو جو لادینی اور عقلیتی تحریکوں کے تتبع میں اس پر پڑ گئے ہیں۔ انہیں ہٹا کر اسلامی تعلیم کا صحیح چہرہ اپنے سامنے رکھ کر نئے جوش اور نئی آرزوؤں کے ساتھ جادۂ پیمائے شاہراہ ترقی ہوں

قرآن کریم نے لا اکراہ فی الدین کا جو رواداری اصول پیش کیا ہے۔ اور پھر ہر جگہ پر محبت اور پیار سے اتحاد اور اتفاق سے رہنے کی تعلیم دی ہے۔ اس کی نظیر حقیقت یہ ہے۔ کہ تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔ اور موجودہ مغربی جمہوری اصول بھی جو دانشمندانِ مغرب کی سالوں کی کاوش اور غور وفکر کا حاصل ہیں۔ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

اللہ تعالیٰ نے جہاں اسلامی تعلیم کی تبلیغ کا فریضہ ہر مسلمان کے لئے مقرر کیا ہے۔ وہاں اس فریضہ کی ادائیگی کے لئے مستحسن طریق کار کی بھی نشاندہی کی ہے۔ اور فرمایا ہے۔

وجادلھم بالتی ھی احسن

یعنی دوسروں کو تبلیغ کرتے وقت بھی نہایت اچھا طریق اختیار کرنا چاہیئے۔ رواداری کی اس سے بہتر تعلیم اور کیا ہو سکتی ہے؟

ہماری دانست میں محکمہ تعلقات عامہ نے یہ مضمون شائع کر کے نہایت مستحسن اقدام کیا ہے۔ اور ہم امید کرتے ہیں۔ کہ وہ اس قسم کا زیادہ سے زیادہ لٹریچر عوام میں پھیلانے کی کوشش جاری رکھے گا۔ اور انہیں ان باتوں کی طرف توجہ دلاتا رہے گا۔ جو ملک کے امن اور سالمیت اور ترقی کے لئے نہایت ضروری ہیں۔

ربوہ میں صنعتیں اور کارخانے جاری کئے جائیں

(از مکرم ناظر صاحب صنعت وتجارت صدر انجمن احمدیہ ربوہ)

سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا منشا مبارک ہے۔ کہ ربوہ کی آبادی کو بڑھانے کے لئے ضروری ہے۔ کہ یہاں کے باشندوں کے لئے مقامی طور پر ذرائع آمد پیدا کئے جائیں۔ اس ضمن میں حضور نے اپنے متعدد خطبوں میں جماعت کے دوستوں کو توجہ دلائی ہے۔ حضور کے یہ ارشادات الفضل میں وقتاً فوقتاً چھپ چکے ہیں۔ حضور نے جو ذرائع اختیار کرنے کے لئے احباب کو توجہ دلائی ہے۔ ان میں سے ایک ذریعہ یہ بھی ہے۔ کہ مرکز سلسلہ میں صنعتیں اور کارخانے جاری کئے جائیں۔ تاکہ مرکز میں آباد ہونے والوں کے لئے اس ذریعہ سے روزگار کا سامان مہیا ہو۔ ضرورت ہے۔ کہ جو احمدی دوست صنعتی کاروبار اور کارخانوں کے چلانے کے کاروبار سے واقفیت رکھتے ہوں۔ وہ جلد از جلد توجہ فرمائیں۔ اور ربوہ میں مختلف قسم کی صنعتیں اور کارخانے جاری کریں۔ اس سے جہاں انہیں دنیوی فوائد حاصل ہوں گے۔ وہاں ربوہ کی آبادی میں ترقی ہونے سے انہیں روحانی فوائد بھی حاصل ہوں گے۔ پس صنعتوں کے ساتھ دلچسپی رکھنے والے دوستوں کو اس طرف فوری توجہ کرنی چاہیئے۔ صنعتی کاروبار کے لئے زمین کے حصول میں خاص سہولتیں دینا محکمہ آبادی ربوہ کے مدنظر ہے۔ اور عنقریب اس کے متعلق اعلان بھی کر رہے ہیں۔ (ناظر صنعت وتجارت ربوہ)

مجالس خدام الاحمدیہ کی اطلاع کے لئے

گذشتہ جلسہ سالانہ ۱۹۵۵ء کے موقعہ پر بعض مجالس کے قائدین کی طرف سے یہ تجویز پیش ہوئی تھی۔ کہ مجالس خدام الاحمدیہ کو آپس میں رابطہ وتعلق پیدا کرنا چاہیئے۔ اور ایک دوسرے کے کام سے واقفیت حاصل کر کے مجلس کے کاموں اور پروگراموں پر عمل کرنا چاہیئے۔ چنانچہ مورخہ ۲۸ر دسمبر ۱۹۵۵ء کو اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل قائدین خدام الاحمدیہ کی ایک میٹنگ کی گئی۔ جس کی صدارت مکرم نائب صدر صاحب اول خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے فرمائی۔ اس میں طے شدہ امور درج ذیل ہیں۔ دیگر مجالس کو بھی اس سلسلہ میں آگے رہنا چاہیئے۔

مندرجہ ذیل مجالس اس اجلاس میں شریک ہوئیں۔

کراچی۔ کوئٹہ۔ راولپنڈی۔ ملتان۔ خانیوال۔ منٹگمری۔ لاہور۔ لائل پور۔ سیالکوٹ۔ پشاور

ذیل کی تجاویز منظور ہوئیں۔

(۱) پہلے یہ کام (مجالس میں رابطہ پیدا کرنا) ان مجالس سے ہی شروع کیا جائے۔ اور پھر بعد میں اسے وسیع کیا جائے۔

(۲) مجالس اپنے نمایاں کاموں سے باقی مجالس کو بھی مطلع کیا کریں۔ تاکہ وہ بھی اسی پروگرام پر عمل کر کے ترقی کر سکیں۔

(۳) مجالس اپنے سال بھر کے پروگراموں کی کاپیاں باقی مجالس کو بھجوایا کریں۔ تاکہ ایک دوسرے کے پروگراموں کی خوبیوں کو اپنایا جا سکے۔

(۴) عہدیدار صاحبان جب دوسری مجالس میں جائیں۔ تو ان کے قائدین اور دوسرے عہدیداران کو ضرور ملیں۔

(۵) جب کسی مجلس کا کوئی خادم دوسری مجلس میں جانے لگے۔ تو اپنے قائد کو ضرور مل کر جائے تاکہ اگر وہاں کوئی مجلسی کام ہو۔ تو ان کے ذریعہ کرایا جا سکے۔ اور رابطہ پیدا کیا جا سکے۔

(۶) دعوت نامے بھیج کر قائدین کو اپنے ہاں مدعو کیا جائے۔

(۷) جلسہ سالانہ کے موقع پر قائدین اور نائب قائدین کو اکٹھا ایک ہی جگہ ٹھہرایا جائے۔ تاکہ تعلق بڑھے۔ (۸) قائدین مجالس کے نام اور پتہ جات مرکز شائع کیا کرے۔

(۹) عہدیداروں کا وقار قائم کیا جائے۔

مندرجہ بالا تجاویز مذکورہ میٹنگ میں منظور ہوئی تھیں۔ جنہیں قائدین کی اطلاع کے لئے شائع کیا جا رہا ہے۔ یہ سب تجاویز مفید ہیں۔ اور مجلس کے کام کو سہولت اور عمدگی سے چلانے میں مدد دیں گی۔ اور اس طرح مجالس کی ترقی کے لئے بھی ایک دوسرے کے تعاون کے ساتھ کافی مدد ملے گی۔ (نائب معتمد مجلس مرکزیہ ربوہ)

زکوٰۃ کی ادائیگی اموال کو بڑھاتی ہے

خطبہ جمعہ

۱۶۵

اگر تم خلوص نیت سے دین کی خدمت کرو گے تو اللہ تعالیٰ خود تمہاری ساری ضروریات کا کفیل ہو جائیگا

تم بندوں کی بجائے اللہ تعالیٰ پر توکل رکھو کہ جس کے خزانے غیر محدود اور جس کے دینے کے طریق نرالے ہیں

دنیا اس وقت اسلام کی طرف مائل ہے پس آگے آؤ اور دیوانہ وار تبلیغ میں لگ جاؤ

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۳ فروری ۱۹۵۶ء بمقام ربوہ

(یہ خطبہ صیغہ زود نویسی اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ اسے ملاحظہ نہیں فرما سکے۔ خاکسار محمد یعقوب مولوی فاضل)

خطبہ نویس۔ مولوی سلطان احمد صاحب پیرکوٹی

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

میں نے

پچھلے خطبہ جمعہ میں

یہ بات کہی تھی۔ کہ ہمارے جامعۃ المبشرین کے طلباء اور دوسرے نوجوان اس بات پر خاص طور پر غور کریں۔ کہ جماعت کے دوستوں کو اشاعت اسلام کیلئے اپنی زندگیاں وقف کرنے کی طرف کیوں اتنی توجہ نہیں جتنی کہ ہونی چاہیئے۔ میں نے بتایا تھا۔ کہ عیسائیوں میں پادریوں کا سلسلہ ایک لمبے عرصہ سے چلا آ رہا ہے۔ حالانکہ حضرت مسیح علیہ السلام پر ۱۹۰۰ سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے۔ اور پھر ان کا دین بھی ایسی باتوں پر مشتمل ہے۔ کہ بعض اوقات ان کے بیان کرنے سے بھی انسان کو شرم آتی ہے۔ اس کے مقابلہ میں اسلام کتنا پر حکمت مذہب ہے۔ اور اس کی تعلیم کتنی اعلیٰ ہے۔ لیکن

کیا وجہ ہے

کہ مسلمانوں کو متواتر خدمت کی توفیق نہیں ملتی۔ اور عیسائیوں کو اپنے غلط اور بیہودہ عقیدے کے باوجود دنیا کی خدمت کی توفیق مل رہی ہے۔ اگر کسی جگہ ایک پادری مارا جاتا ہے تو اسی دن تبلیغی انجمن کے مرکزی دفتر میں سینکڑوں تاریں پہنچ جاتی ہیں۔ کہ ہم اس کی جگہ پر جانے کے لئے تیار ہیں۔ میں نے کئی دفعہ سنایا ہے۔ کہ ایک دفعہ چین میں کوئی مشنری عورت بری طرح قتل کر دی گئی۔ جب یہ خبر اخبارات میں چھپی۔ تو اسی دن شام تک ہزاروں عورتوں کی تاریں پہنچ گئیں۔ کہ ہم اس عورت کی جگہ جانے کے لئے تیار ہیں۔ ہمیں اس علاقہ میں بھجوا دیا جائے۔ لیکن کیا وجہ ہے۔ کہ مسلمانوں میں یہ روح نہیں پائی جاتی۔ اسی طرح میں نے بتایا تھا کہ بعض دوسرے ممالک میں دنیوی حکومتیں بھی ایک ایک خاندان یا قوم میں سینکڑوں سال تک چلی جاتی ہیں لیکن ہمارے ہاں سب انتظام عارضی ہوتے ہیں۔ اور جلد ٹوٹ جاتے ہیں

جہاں تک گزارے کا سوال ہے

عیسائی پادریوں نے بھی وہی تعلیم حاصل کی ہوئی ہوتی ہے۔ جو ان کے دنیوی عہدہ داروں نے حاصل کی ہوئی ہوتی ہے۔ لیکن پھر بھی پادریوں کو کم گزارے ملتے ہیں اور دنیوی عہدہ داروں کو ان سے بہت زیادہ تنخواہیں ملتی ہیں۔ لیکن باوجود گزارہ کم ملنے کے پادریوں کی تعداد میں کمی نہیں آتی۔ اس وقت پروٹسٹنٹ اور کیتھولک دونوں فرقوں کے ڈیڑھ لاکھ کے قریب پادری ہیں۔ ہم عیسائیوں کو خواہ کتنا ہی دنیادار کہیں اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کہ انہیں اپنے دین کی اشاعت کے لئے ڈیڑھ لاکھ پادری میسر آ رہا ہے۔ لیکن مسلمانوں میں یہ روح نہیں پائی جاتی۔

میں نے جماعت کے نوجوانوں کو بالعموم اور

جامعۃ المبشرین کے طلباء

کو بالخصوص یہ توجہ دلائی تھی۔ کہ وہ اس امر کے متعلق غور کریں۔ اور سوچیں اور اپنی رائے سے مجھے بھی اطلاع دیں۔ چنانچہ میرے اس خطبہ کے بعد جامعۃ المبشرین کے دو طلباء مجھ سے ملے۔ اور انہوں نے اپنی رائے پیش کی۔ میں نے خیال کیا چلو شکر ہے میرے خطبہ کے نتیجہ میں کم از کم دو طلباء کو تو اس امر کی طرف توجہ پیدا ہوئی ہے۔ لیکن ان دونوں طلباء نے جو باتیں پیش کیں۔ وہ اس سوال کا جواب نہیں تھیں۔ جو میں نے ان کے سامنے پیش کیا تھا انہوں نے جو باتیں کہیں، وہ وہی تھیں۔ جو میں نے خطبہ میں بیان کی تھیں۔ میں نے کہا تھا کہ اگر گزارہ کی کمی کی وجہ سے ہمیں واقفین زندگی نہیں ملتے۔ تو عیسائیوں میں بھی دنیوی عہدہ داروں کی تنخواہیں پادریوں سے دسیوں گنا زیادہ ہوتی ہیں۔ پھر وجہ کیا ہے۔ کہ عیسائیوں کو پادری مل جاتے ہیں۔ اور ہمیں نہیں ملتے۔ وہ اپنے مذہب کی خاطر اپنی نوکریاں ترک کر دیتے اور دین کی اشاعت میں لگ جاتے ہیں۔ اور ۱۹۰۰ سال کے لمبے عرصہ میں انہیں ہر زمانہ میں ایسے لوگ ملتے چلے آتے ہیں پھر وجہ کیا ہے۔ کہ ہمیں مشکلات پیش آ رہی ہیں۔ اس پر ان طلباء میں سے ایک نے کہا کہ

شاہدین کے گزارے

بڑھا دیئے جائیں تو جماعت کے نوجوان وقف کی طرف آنے لگ جائیں گے۔ حالانکہ خطبہ میں میں نے یہی کہا تھا کہ باوجود اس کے کہ اسلام کی تعلیم نہایت اعلیٰ ہے۔ اور اس میں روحانیت بھی پائی جاتی ہے۔ یہاں گزارہ کا سوال کیوں پایا جاتا ہے۔ اور عیسائیوں میں کیوں یہ سوال پیدا نہیں ہوتا۔ یا تو یہ ثابت کیا جائے کہ عیسائیوں کو پادری اس لئے مل جاتے ہیں۔ کہ ان کے ہاں پادری کو دنیوی عہدہ داروں سے زیادہ گزارہ ملتا ہے۔ اور اگر یہ ثابت نہ کیا جا سکے۔ تو پھر اس اصول کو پیش نہیں کیا جا سکتا۔

میں نے بتایا کہ جن کالجوں میں

پادری پڑھتے ہیں

انہی کالجوں میں دنیوی عہدہ دار پڑھتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص کسی دنیوی عہدہ پر فائز ہو جاتا ہے۔ مثلاً وہ ڈپٹی کمشنر بن جاتا ہے تو اسے دو تین ہزار روپیہ ماہوار مل جاتا ہے۔ بعد میں گورنر بن جائے۔ تو اس کی تنخواہ مثلاً ۸-۱۰ ہزار روپیہ ماہوار ہو جاتی ہے۔ لیکن پادریوں کو اتنا گزارہ نہیں ملتا۔ حالانکہ بعض دفعہ پادری ان عہدیداروں سے تعلیم میں زیادہ ہوتے ہیں۔ پھر ہمارے ایڈمنسٹریٹو عہدہ داروں اور مبلغین کی تنخواہوں میں اتنا فرق نہیں۔ جتنا فرق یورپ اور امریکہ میں ایڈمنسٹریٹو عہدہ داروں اور پادریوں کی تنخواہوں میں پایا جاتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ایک پادری جاتا ہے۔ تو اس کی جگہ دوسرا آ جاتا ہے

غرض ان دو طلباء نے وہی بات دہرا دی۔ جو میں خطبہ میں بیان کر چکا تھا۔ یعنے آپ مبلغین کا گزارہ بڑھا دیں واقفین خود بخود آنے لگ جائیں گے۔ حالانکہ اگر گزارہ بڑھا دیا جائے۔ تو ہندوؤں اور عیسائیوں میں سے بھی لوگ تبلیغ کے لئے آ جائیں گے۔ ایک طالب علم نے کہا کہ

میری رائے تو یہ ہے

کہ چونکہ جامعۃ المبشرین کے طلباء اور تعلیم الاسلام کالج کے طلباء کے وظائف میں فرق کیا جاتا ہے۔ اس لئے جامعۃ المبشرین میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے طلباء نہیں آتے۔ زیادہ وظیفہ ملنے کی وجہ سے وہ تعلیم الاسلام کالج میں چلے جاتے ہیں۔ جامعۃ المبشرین میں ایک طالب علم کو ۴۰ روپے ماہوار وظیفہ ملتا ہے۔ اور تعلیم الاسلام کالج میں وظیفہ کا معیار ۷۵ روپے ماہوار فی طالب علم ہے اگر وظیفہ کا معیار ایک کر دیا جائے۔ تو جامعۃ المبشرین میں طلباء کثرت سے آنے لگیں گے۔ میں نے کالج کے پرنسپل کو بلایا اور ان سے دریافت کیا۔ تو انہوں نے کہا کہ یہ بات سرے سے ہی غلط ہے۔

تعلیم الاسلام کالج کے طلباء

کو وظیفہ ملتا ہی نہیں جو لڑکا زندگی وقف کر کے آتا ہے اور تحریک جدید اسکے لئے تعلیمی وظیفہ منظور کرتی ہے۔ اسے جامعۃ المبشرین میں بھیجدیا جاتا ہے

وہ کالج پر آتا ہی نہیں۔ اسلئے یہ سوال ہی باقی نہیں رہتا کہ کالج کے طلباء کو ۷۵/- روپے ماہوار کے حساب سے وظیفہ دیا جاتا ہے۔ اور جامعۃ المبشرین کے طلباء کو ۴۵/- روپے ماہوار کے حساب سے۔ میں نے جامعۃ المبشرین کے ایک استاد کو اس بات کے لئے مقرر کیا ہے۔ کہ وہ وکالت تعلیم میں جائے اور ان سے وظائف کی لسٹ لائے۔ تا میں معلوم کر سکوں کہ وہ کونسے طلباء ہیں جن کو زیادہ وظیفہ دیا جاتا ہے۔ درحقیقت اس قدر وظیفہ یہاں کسی کو دیا ہی نہیں جاتا۔ سب سے زیادہ وظائف غالباً یونیورسٹی میں فرسٹ اور سیکنڈ آنے والوں کو جوبلی فنڈ سے دیئے جاتے ہیں اور وہ بھی ۷۵/- روپیہ ماہوار نہیں بلکہ چالیس یا پچاس روپے ماہوار ہیں۔

پس سوال تو پھر بھی باقی رہا

کہ عیسائیوں میں یہ کیوں سوال پیدا نہیں ہوتا کہ انہیں ایڈمنسٹریٹو سائڈ والوں سے کم تنخواہیں یا وظائف ملتے ہیں حالانکہ ایڈمنسٹریٹو سائڈ والے ملازمین بھی عموماً انہی کالجوں کے فارغ التحصیل ہوتے ہیں جن میں پادری تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ اور انہیں پادریوں کے مقابلہ میں دس دس گنا زیادہ تنخواہیں ملتی ہیں۔ پس ان دونوں طلباء نے وہی بات دہرا دی جو میں نے خطبہ میں بیان کی تھی۔ کوئی نئی بات انہوں نے پیش نہیں کی۔ بہرحال ہمیں سوچنا چاہیئے کہ اس نقص کی وجہ کیا ہے۔ آخر پہلے ہمیں بلا تنخواہ کام کرنے والے ملتے رہے ہیں یا نہیں۔ مثلاً حضرت ابوبکرؓ کو کونسی تنخواہ ملتی تھی۔ حضرت عمرؓ کو کونسی تنخواہ ملتی تھی۔ پھر باوجود کوئی تنخواہ نہ ملنے کے انہوں نے عظیم الشان کام کیا۔ ہمارے سلسلہ کی ابتدائی تاریخ کو بھی دیکھا جائے تو ایسی کئی مثالیں مل جاتی ہیں۔ میں نے بتایا تھا۔ کہ مولوی محمد علی صاحب کو غالباً سو روپیہ ماہوار ملتا تھا۔ حالانکہ وہ ایم۔اے تھے۔ اور پھر وکیل بھی تھے۔ اور ایک کالج میں پروفیسر کے طور پر کام بھی کر چکے تھے۔ لیکن انہوں نے کبھی تنخواہ کم ہونے کی شکایت نہیں کی تھی۔ پھر کیا وجہ ہے۔ کہ اب نوجوانوں میں تنخواہ کا زیادہ احساس پیدا ہو گیا ہے پھر ایک طالب علم نے یہ بات بھی کہی کہ چونکہ

بڑے آدمیوں کے بچے

زندگی وقف کر کے نہیں آتے۔ اسلئے جماعت کے نوجوانوں کو وقف کی طرف کم توجہ ہے میں نے کہا تمہارے نزدیک بڑے ہونے کا کیا معیار ہے۔ میں اس وقت خلیفہ ہوں۔ اور جماعت میں سب سے بڑا آدمی ہوں۔ میرے بائیس بچے اور داماد وقف زندگی ہیں اگر انہیں دیکھکر بھی نوجوانوں کو وقف کی طرف توجہ پیدا نہیں ہوتی۔ تو یہ کس طرح تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ چوہدری اسد اللہ خان یا عبد اللہ خان کا لڑکا اگر زندگی وقف کرے تو نوجوانوں کو وقف کی طرف توجہ ہو جائے گی غرض بات چکر کھا کر پھر وہیں آجاتی ہے کہ نوجوانوں کو وقف کی طرف کیوں توجہ نہیں۔ جب کہ اس وقت دنیا تبلیغ کی محتاج ہے۔ اور یہی وہ سوال تھا جس کے متعلق میں نے نوجوانوں کو توجہ دلائی تھی کہ انہیں اس پر غور کرنا چاہیئے۔ مگر انہوں نے اس پر صحیح طور پر غور نہیں کیا۔

میں اس موقعہ پر

ہائی سکول کے طلباء سے

بھی کہتا ہوں۔ کہ انہیں ایسے خیالات سے متاثر نہیں ہونا چاہیئے۔ سکول کے طلباء میں خدا تعالیٰ کے فضل سے بڑا اخلاص پایا جاتا ہے۔ اور ان کی اخلاص بھری چھٹیاں میرے پاس آتی رہتی ہیں۔ لیکن پھر بھی میں انہیں نصیحت کرتا ہوں۔ کہ وہ ان باتوں کی نقل نہ کریں۔ جن کا نمونہ بعض شاہدین نے دکھایا ہے۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ جامعۃ المبشرین کے بعض اساتذہ نے بھی مجھے لکھا تھا کہ شاہدین کی تنخواہیں بڑھا دی جائیں پھر دیکھیں کہ جماعت میں وقف کی کتنی رغبت پیدا ہو جاتی ہے حالانکہ یہ بات غلط ہے دین کی خدمت کرنے والوں نے اپنے اپنے زمانہ میں بڑا کام کیا ہے۔ لیکن سلسلہ کی طرف سے انہیں کوئی تنخواہ نہیں ملا کرتی تھی۔ تم حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کی زندگی کو دیکھ لو۔ حضرت مولوی عبد الکریم صاحبؓ کو دیکھ لو ان لوگوں کو کوئی گذارہ نہیں ملتا تھا۔ مگر پھر بھی انہوں نے

دین کی عظیم الشان خدمت کی

مولوی عبد الکریم صاحبؓ اتنے پایہ کے عالم تھے کہ سارے ضلع سیالکوٹ میں آپ کے شاگرد پائے جاتے تھے مگر ان کا یہ حال تھا کہ وہ جب ہجرت کر کے قادیان آئے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک کمرہ میں پڑے رہتے تھے۔ لنگر سے دو وقت کا کھانا آجاتا تھا اور اس پر گذارہ کرتے تھے۔ کوئی تنخواہ نہیں لیتے تھے۔ بعض دفعہ ان کی حالت دیکھکر کوئی دوست انہیں کوٹ اور دوسرے کپڑے بنا دیتے اور وہ پہن لیتے۔ گویا بغیر کسی تنخواہ کے ساری عمر گذارہ کرتے رہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پرائیویٹ سکرٹری بنے رہے۔ اسلام کی ابتدائی تاریخ کو دیکھا جائے۔ تو وہاں بھی ایسے لوگ نظر آتے ہیں جو دنیا کو چھوڑ کر دین کے ہو گئے تھے اور عیسائیوں میں تو اب تک یہ نمونہ موجود ہے اور میں نے جماعت کے نوجوانوں سے یہی دریافت کیا تھا کہ اب وہ نمونہ کیوں قائم نہیں رہا۔ میں سمجھتا ہوں کہ جماعت کے لوگوں کو صرف ان لوگوں سے نمونہ حاصل کرنا چاہیئے جو سادہ ہیں اور وہ قربانی کرنا جانتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں۔ جن سے مسلمانوں کا احیاء وابستہ ہے

پرانے زمانہ کے بزرگوں میں سے

مولوی محمد قاسم صاحب نانوتویؒ

کو لے لو۔ انہیں کونسی تنخواہ ملتی تھی۔ لیکن اس کے باوجود انہوں نے دیوبند کا کالج بنایا۔ اسکے مقابلہ میں ہمارے شاہدین میں سے کتنے ہیں۔ جنہوں نے سکول بنائے ہیں۔ اگر وہ دیوبند جیسا سکول نہیں بنا سکتے۔ تو اس سے ہزارواں حصہ کم حیثیت کا سکول ہی بنا دیں۔ مگر ہمارے شاہدین میں اس قسم کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ان لوگوں کی نظر پیسوں پر ہے اور مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی کی نظر پیسوں پر نہیں۔ بلکہ خدا تعالیٰ پر تھی اور وہ سمجھتے تھے کہ اسلام کی تعلیم پھیلانے سے انہیں ثواب ملے گا۔ اور خدا تعالیٰ کی رضا انہیں حاصل ہوگی۔ اس کی وجہ سے خدا تعالیٰ خود ان کے گزارے کا سامان پیدا کر دیتا تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ

ایک بزرگ کا واقعہ

سنایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ ان کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ فلاں رئیس نے آپ کو نذرانہ بھیجا ہے۔ اور اس نے مثلاً تین سو روپیہ انہیں دیا۔ انہوں نے کہا۔ یہ میرا نذرانہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ قرض خواہ پاس کھڑا ہے۔ اور اسے میں نے ۳۱۳/-/- روپے دینے ہیں۔ اگر خدا تعالیٰ نے مجھے کوئی رقم دینی تھی۔ تو وہ ۳۱۳/- روپے ہونی چاہیئے تھی۔ تین سو کیوں ہوتی۔ اس نے گھبرا کر جیب میں ہاتھ ڈالا۔ اور کہا۔ مجھ سے غلطی ہو گئی ہے وہ نذرانہ آپ کا نہیں۔ بلکہ یہ ہے۔ اور دوسرے نذرانہ میں تین سو تیرہ روپیہ کی ہی رقم تھی۔ دراصل بات یہ ہوئی کہ اس نے دو مختلف اشخاص کو روپے بھجوائے تھے۔ پیغامبر نے غلطی سے دوسرے کا روپیہ انہیں دیدیا۔ انہوں نے گنا تو واپس کر دیا۔ اور کہا۔ کہ یہ میرا روپیہ نہیں ہو سکتا مجھے اس سے زیادہ کی ضرورت ہے۔ چنانچہ اس نے گھبرا کر پھر جیب میں ہاتھ ڈالا تو ان کا نذرانہ نکل آیا۔ جو عین ان کی ضرورت کے مطابق تھا۔ تو جو لوگ خدا تعالیٰ کے ہو جاتے ہیں۔ انہیں تنخواہوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ انہیں غیب سے روزی بھیجتا ہے۔ اور ان کی خود مدد کرتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ

ینصرک رجال نوحی الیھم من السماء

کہ تیری مدد وہ لوگ کریں گے۔ جنہیں ہم آسمان سے وحی کریں گے۔ پس جو شخص خدا تعالیٰ کے دین کا کام کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت کو خود پورا کرتا ہے۔ پس اگر تم [illegible] ربن جاؤ تو اس بات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوگا کہ تمہیں [illegible] زیادہ تنخواہ ملے تم ایماندار بن جاؤ گے۔ تو خدا تعالیٰ [illegible] اپنے پاس سے رزق بھجوائیگا اور تمہاری ضروریات کا خود کفیل ہو جائیگا میں نے بتایا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ قادیان میں ہجرت کر کے آگئے۔ تو باوجود اسکے کہ آپ کو کوئی تنخواہ نہیں ملتی تھی خدا تعالیٰ خود آپکو غیب سے رزق بھیجدیتا تھا اور اتنا بھیجتا تھا کہ آپکو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ میں بڑا امیر ہوں۔ ایکدن بھائی شیر محمد صاحب جو مولوی عبد الرحمٰن صاحب جٹ (امیر جماعت احمدیہ قادیان) کے ہم زلف ہیں۔ امرتسر گئے اور وہاں سے بچوں کے لئے کھلونے لے آئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کا لڑکا عبد الحی مرحوم بازار گیا تو اس نے بھائی شیر محمد صاحب سے ایک کھلونا لے لیا ایکدن بھائی شیر محمد صاحب حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کے پاس گئے۔ اور کہنے لگے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دو الہام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دو مشہور الہام ہیں:۔

(۱) "میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤنگا"

(۲) "وہ (مصلح موعود) زمین کے کناروں تک شہرت پائیگا

یہ دونوں الہام لازم و ملزوم ہیں۔

آپ نے ان الہاموں کے پورا کرنے میں کیا حصہ لیا ہے؟

اخبار الفضل کے مصلح موعود نمبر کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کر کے بھی آپ ان الہاموں کو زیادہ سے زیادہ واضح کر سکتے ہیں۔ (مینیجر الفضل)

کو میاں عبدالحی مجھ سے ایک کھلونا لائے تھے اس کی قیمت چاہیئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا۔ میاں یہ لوگ مجھے لوٹنے کے لئے اس قسم کی اشیاء لے آتے ہیں۔ ورنہ یہاں میرے سوا اور کون ایسا شخص ہے۔ جس کے بچے اس قسم کی چیزیں خرید سکتے ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ آپ کو غیب سے اس قدر دیتا تھا۔ کہ آپ کے دل میں بھی اپنے امیر ہونے کا احساس پیدا ہو گیا تھا۔ حالانکہ آپ خدا تعالےٰ کے لئے اپنا سب کچھ چھوڑ کر قادیان آ گئے تھے۔

پس تم اللہ تعالےٰ پر توکل کرو۔ اور یہ فکر نہ کرو۔ کہ تمہاری تنخواہیں تھوڑی ہیں۔ اللہ تعالیٰ پر توکل کروگے۔ تو تمہاری ضروریات کو پورا کرنے کے لئے وہ خود غیب سے سامان کر دے گا۔ مومن مانگتا نہیں کرتا۔ مگر اس کی ضروریات اللہ تعالیٰ کسی نہ کسی طرح پوری کر دیتا ہے۔ میرا شروع سے ہی یہ طریق رہا ہے۔ کہ میں کسی سے مانگتا نہیں۔ جماعت کے امیر اور تاجر بعض دفعہ میرے پاس آتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ ہماری دلی خواہش ہے۔ کہ آپ کو آپ کی پسند کی کوئی چیز بطور نذرانہ دیں۔ اس لئے آپ اپنی پسند کی کوئی چیز بتائیں۔ تاکہ ہم اپنی خواہش کے مطابق وہ چیز آپ کی خدمت میں پیش کر سکیں۔ میں انہیں یہی کہتا ہوں۔ کہ یہ بات غلط ہے۔ کہ میں آپ کو کوئی چیز لانے کے لئے کہوں۔ یہ تو ایک قسم کا مانگنا ہو جائیگا۔ اور

مومن کسی سے مانگتا نہیں

اگر میں آپ کو اپنی پسند کی کوئی چیز لانے کے لئے کہوں گا۔ تو آپ کو مجھ سے اس کی قیمت لینی پڑیگی۔ لیکن باوجود اس کے کہ میں نے لوگوں سے کبھی نہیں مانگا۔ خدا تعالیٰ مجھے غیب سے دیتا [illegible] اور بہت کچھ دیتا ہے۔ تقسیم ملک کے بعد [illegible] قادیان سے نکلے۔ تو میری سب جائیداد وہیں رہ گئی اور بظاہر گذارہ کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ لیکن یہ خدا تعالیٰ کا کتنا بڑا فضل ہے۔ کہ اس نے ۱۵ء میں مجھے خواب میں اشارہ کیا کہ میں

سندھ میں زمین خریدوں

سندھ میں جب زمین نکلی۔ تو میرے پا[س] رقم نہیں تھی۔ لیکن خدا تعالیٰ نے جماعت کے [illegible] دوست میرے پاس بھیج دیئے۔ اور انہوں نے کہا کہ ہمیں ریلوے ڈیپارٹمنٹ یا پوسٹ آفس سے اس قدر رقم ملی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ یہ رقم کچھ عرصہ کے لئے استعمال کرلیں۔ چنانچہ میں نے وہ رقم لے لی۔ اس وقت زمین بہت سستی تھی۔ میں نے اس روپیہ سے سندھ میں زمین خرید لی اب بیماری میں بعض دفعہ گھبراہٹ ہوتی ہے۔ کہ اس زمین کو کون سنبھالے گا۔ کیونکہ مجھے بچوں میں اتنی قابلیت نظر نہیں آتی۔ کہ وہ اس کو پوری طرح سنبھال سکیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے سامان دیکھو۔ کہ اس نے ایک طرف تو زمین خریدنے کی طرف رؤیا کے ذریعہ توجہ دلائی۔ اور دوسری طرف دو دوست بھیج دیئے۔ جنہوں نے کچھ عرصہ تک استعمال کرنے کے لئے مجھے روپیہ دے دیا۔ اور بعد میں خدا تعالےٰ نے

انہی زمینوں میں اتنی برکت دی

کہ تقسیم ملک کے بعد جب گزارہ کی کوئی اور صورت نہیں تھی۔ تو ان کی آمد سے خدا تعالیٰ تمام ضروریات پوری کرتا رہا۔ اب دیکھ لو یہ ینصرک رجال نوحی الیھم من السماء والا معاملہ ہے۔ جب ہم قادیان سے آئے۔ تو میں نے اپنے گھر والوں سے کہہ دیا تھا۔ کہ تمہیں لنگر سے اسی قدر کھانا ملے گا جس قدر دوسروں کو ملتا ہے۔ ان دنوں میں نے یہ ہدایت دی ہوئی تھی۔ کہ مالی تنگی کی وجہ سے صرف ایک ایک روٹی فی کس دی جایا کرے۔ اور گھر والوں کو بھی میں نے کہا۔ کہ تمہیں بھی ایک ایک روٹی فی کس ملے گی۔ ایک دن میرا پوتا انس احمد روتا ہوا میرے پاس آیا۔ اور مجھے بتایا گیا۔ کہ یہ کہتا ہے۔ ایک روٹی سے میرا پیٹ نہیں بھرتا۔ میں نے کہا۔ میں نے تو ایک ہی روٹی دینی ہے۔ اگر اس کا پیٹ ایک روٹی سے نہیں بھرتا۔ تو مجھے آدھی روٹی دے دیا کرو۔ اور میری آدھی روٹی اسے دے دیا کرو۔ اس طرح میں آدھی روٹی میں گذارہ کر لیا کروں گا۔ اور یہ ڈیڑھ روٹی کھا لیا کریگا جب مہمانوں کے لئے ایک روٹی کی شرط اڑ جائیگی۔ تو پھر میں گھر والوں کے لئے بھی فی کس روٹیوں کی تعداد بڑھا دوں گا۔ لیکن جب تک مہمانوں کے لئے ایک روٹی کی شرط نہیں اڑتی۔ اسے میری روٹی کا نصف حصہ دے دیا کریں۔ لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے فضل کر دیا۔ اور نہ صرف سندھ کی زمینوں کی پیداوار اچھی ہو گئی۔ بلکہ خدا تعالیٰ نے آمد کے اور رستے بھی کھول دیئے۔ پھر دیکھ لو۔ یہاں آئے۔ تو شروع شروع میں صدر انجمن احمدیہ نے کچھ مکانات بنا کر دیئے۔ لیکن مجھے اپنے خاندان کے لئے مستقل مکانات کی ضرورت تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فضل کیا۔ اور اس نے غیب سے روپیہ کا انتظام کر دیا۔ اس وقت میرے دس پختہ مکان بن چکے ہیں۔ میری چار بیویاں ہیں۔ ۱۳ لڑکے ہیں۔ اور نو لڑکیاں ہیں۔ اس لئے مجھے ۲۶ مکانات کی ضرورت ہے۔ صدر انجمن احمدیہ نے ناظروں کیلئے آٹھ مکانات بنوانے ہیں۔ لیکن وہ ابھی تک نہیں بنا سکی۔ لیکن میں نے چھبیس بنوانے ہیں۔ اور میں جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اس قدر رقم مجھے کہیں نہ کہیں سے دیدیگا۔ جس سے چھبیس ۲۶ مکانات بن جائیں گے۔ کیونکہ وہ بغیر حساب کے دیتا ہے۔ میں جب بھی اپنے اخراجات اور آمد کا حساب لگاتا ہوں۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ اگلے ماہ کے اخراجات کے لئے روپیہ نہیں۔ لیکن پھر استغفار کرتا ہوں۔ اور اعداد و شمار کا خیال دل سے نکال دیتا ہوں۔ تو خدا تعالیٰ روپیہ بھیج دیتا ہے۔ پس

تم مومن بنو

اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے پاس سے رزق دیگا۔ ورنہ لالچی کا پیٹ دنیا میں کوئی نہیں بھر سکتا۔ ہاں لالچ کو دل سے نکال دو۔ تو اللہ تعالیٰ تمہاری ضروریات پوری کرنے کا سامان غیب سے کر دیگا۔ صدر انجمن احمدیہ کسی کا پیٹ نہیں بھر سکتی۔ پیٹ خدا تعالیٰ ہی بھرتا ہے۔ اور وہ بھی اس طرح کہ وہ دل سے لالچ کو دور کر دیتا ہے جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ میرے آٹھ دس سال کی عمر کے پوتے کا پیٹ ایک روٹی سے نہیں بھرتا تھا لیکن میرا پیٹ آدھی روٹی سے بھر جاتا تھا۔ اس کی وجہ یہی تھی۔ کہ اللہ تعالیٰ میری اشتہا آدھی روٹی میں ہی پوری کر دیتا تھا۔ غرض خدا تعالیٰ کے طریق نرالے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب وفات پائی۔ تو میرے گھر میں سوائے نصف وسق جَو کے اور کوئی چیز کھانے کی نہیں تھی۔ مگر اسی نصف وسق جَو میں اللہ تعالیٰ نے اس قدر برکت پیدا کی۔ کہ میں ایک عرصہ دراز تک اس میں سے کھاتی چلی گئی۔ آخر ایک دفعہ مجھے خیال آیا۔ کہ تول کر دیکھوں کہ کتنے جَو ہیں۔ جب میں نے انہیں تولا۔ تو اس کے بعد وہ جَو ختم ہو گئے۔

(بخاری کتاب الجہاد باب نفقۃ نساء النبی بعد وفاتہ)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ بھی اس قسم کے واقعات پیش آتے رہے ہیں آپ اکثر مشک استعمال فرمایا کرتے تھے۔ میں نے بھی اخبار میں اعلان شائع کرایا ہے۔ کہ مجھے خالص مشک کی ضرورت ہے۔ وہ لوگ جو ایسے علاقوں میں رہتے ہیں۔ جہاں مشک دستیاب ہو سکتا ہے۔ اگر وہ خالص مشک کے تین چار نافے خرید کر بھجوا دیں۔ اور مجھے قیمت کی اطلاع دے دیں۔ تو میں ان کو قیمت بھجوا دوں گا۔ کیونکہ آجکل مجھے شدید سردی محسوس ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے مشک کھانے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی سردی محسوس ہوتی تھی۔ اسلئے آپ بھی مشک کھایا کرتے تھے آپ مشک کی ایک شیشی بھر کر جیب میں رکھ لیتے۔ اور ضرورت کے وقت استعمال کر لیا کرتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ ایک شیشی دو دو سال تک چلی جاتی ہے۔ لیکن جب خیال آتا ہے۔ کہ مشک تھوڑی رہ گئی ہوگی۔ اور شیشی دیکھتا ہوں۔ تو وہ ختم ہو جاتی ہے۔ پس اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کو

غیب سے رزق بھیجتا ہے

اور اس کے رزق بھیجنے کے طریق نرالے ہیں۔ پس تم اس ذات سے مانگو۔ جس کا خزانہ خالی نہیں ہوتا۔ انجمن سے کیوں مانگتے ہو۔ جس کے پاس اتنی رقم ہی نہیں۔ کہ وہ تمہارے گذارے بڑھا سکے۔

پس تم خدا پرست بن جاؤ۔ خدا تعالیٰ غیب سے تمہیں رزق بھیج دے گا۔ صدر انجمن احمدیہ کے پاس اتنا روپیہ نہیں۔ کہ وہ تمہیں زیادہ گذارے دے سکے۔ آخر اس کے پاس جو روپیہ آتا ہے۔ وہ جماعت کے چندوں سے ہی آتا ہے اور وہ اس قدر زیادہ نہیں ہوتا۔ کہ شاہدین کو زیادہ گذارے دیئے جا سکیں۔ پھر صدر انجمن احمدیہ کیمیاگر نہیں۔ اور نہ ہی وہ ملمع ساز ہے۔ کہ خود سکہ کو سونا بنا لے۔ یا ملمع کر کے روپیہ دے دے۔ خدا تعالےٰ روپیہ بھیجے گا۔ تو اس نے اسے خزانہ میں محفوظ نہیں رکھنا۔ اس نے بہر حال اسے خرچ کرنا ہے۔ اس لئے جب اس کے پاس کافی روپیہ آئے گا۔ تو وہ تمہارے گزارے بھی بڑھا دے گی۔ لیکن پھر بھی اصل طریق یہی ہے۔ کہ تم خدا تعالےٰ سے مانگو۔ جس کے خزانے کبھی ختم نہیں ہوتے۔ خدا تعالےٰ جماعت کے خزانہ میں روپیہ لائے گا۔ تو وہ تمہیں بھی گذارے دیگی۔ آخر وہ کون بیوقوف ہے۔ جو خزانہ میں روپیہ ہوتے ہوئے بھی کارکنوں کو اچھے گذارے دینے میں کوتاہی کرے گا۔

پچھلے دنوں میں نے اندازہ لگایا۔ تو

جماعت کے دو سو مبلغ تھے

اور دو سو کے قریب یہاں کلرک وغیرہ ہیں۔ اور انجمن کی کل آمدنی دس لاکھ روپیہ سالانہ ہے۔ اس دس لاکھ میں سے اس نے چار سو کارکنوں کو گذارے دینے ہیں۔ پھر دوسرے ادارے بھی ہیں۔ جن کے اخراجات اسے برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ مثلاً کالج ہے، سکول ہیں۔ لنگر خانہ ہے۔ ہسپتال ہے۔ اگر صدر انجمن احمدیہ اپنے چار سو کارکنوں کو پچاس پچاس روپیہ ماہوار بھی دے۔ تو اسے صرف تنخواہوں کے لئے بیس ہزار روپیہ ماہوار چاہیئے۔ گزارے بڑھانے کی یہی صورت ہے کہ چندے بڑھیں۔ اور چندے اسی صورت میں بڑھ سکتے ہیں۔ کہ چندہ دینے والوں کی تعداد میں اضافہ ہو۔ میں نے ایک دفعہ مبلغوں سے دریافت کیا۔ کہ ان کے ذریعہ سال میں کتنے افراد احمدیت میں داخل ہوئے ہیں۔ تو ان میں سے اکثر ایسے تھے۔ جن کے ذریعہ سال بھر میں کوئی فرد بھی احمدیت میں داخل نہیں ہوا تھا۔ یا پھر ایک ایک آدمی نے ان کے ذریعہ بیعت کی تھی۔ اب اگر ایک مبلغ سال میں ایک آدمی احمدیت میں داخل کرے۔ تو صرف پاکستان کی آبادی ۸ کروڑ کی ہے۔ جس کے لئے ہمیں آٹھ کروڑ مبلغین کی ضرورت ہوگی۔ اور ان مبلغین میں سے ہر ایک کو اگر پچاس روپے ماہوار دیئے جائیں۔ تو اس کے لئے چار ارب روپیہ درکار ہوگا۔ اور صدر انجمن احمدیہ کی کل آمد دس لاکھ روپیہ سالانہ ہے۔ پھر سیدھی طرح یہ کیوں نہیں کہہ دیتے۔ کہ ہم تبلیغ نہیں کر سکتے ہمیں صرف روپیہ کی ضرورت ہے۔ اگر ہمیں روپیہ ملے گا۔ تو ہم تبلیغ کریں گے۔ ورنہ نہیں غرض دو باتوں میں سے کوئی بات قبول کر لو۔ یا تو کہہ دو۔ کہ ہمیں دین سے کوئی غرض نہیں۔ اور یا پھر تنخواہوں

کی پرواہ نہ کرتے ہوئے کام کرنے چلے جاؤ۔ اور یاد رکھو کہ اگر تم دین کی خدمت نہیں کرو گے تو خدا تعالیٰ اپنے دین کی خدمت کے لئے ان سیدھے سادے لوگوں کو کھڑا کر دیگا۔ جو شاید یہی ہیں سے نہیں۔ لیکن انہیں خدا اور اس کے رسول سے سچی محبت ہے اور وہ ان سے کام لینا شروع کر دے گا

میں نے کئی بار سنایا ہے

کہ ہماری جماعت میں ایک دوست بشیر محمد صاحب تھے جو ریکہ چلایا کرتے تھے وہ ضلع جالندھر کے رہنے والے تھے۔ تعلیمی لحاظ سے ان کی یہ حالت تھی کہ نہ انہیں پڑھنا آتا تھا اور نہ وہ لکھنا جانتے تھے لیکن ان کے ذریعہ چالیس پچاس آدمی احمدیت میں داخل ہوئے تھے۔ حالانکہ اس وقت بعض مبلغ صرف ایک ایک آدمی سال میں احمدیت میں داخل کرتے ہیں۔ گویا ایک مبلغ کو ہم پانچ چھ سال تک پڑھائیں اور پھر اسے پچاس روپیہ ماہوار دیں اور ۴۰ سال تک اسے اس حساب سے تنخواہ دیتے چلے جائیں۔ تب کہیں اس کے ذریعہ اتنے آدمی احمدیت میں داخل ہوں گے جتنے ایک ان پڑھ بشیر محمدؐ کے ذریعہ احمدیت میں داخل ہوئے تھے۔ ان کا طریق یہ تھا کہ وہ الحکم خرید لیتے اور ریکہ کی سواریوں میں سے اگر کوئی تعلیم یافتہ اور لکھا پڑھا آدمی نظر آتا تو اُسے وہ اخبار دے دیتے۔ اور کہتے کہ بھائی آپ پڑھے لکھے ہیں ذرا یہ اخبار مجھے سنا دو۔ وہ الحکم لے لیتا اور بشیر محمدؐ کو سناتا جاتا اور دل ہی دل میں احمدیت کا قائل ہوتا جاتا۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ مسافر اپنے گاؤں پہنچا اور اس نے

بشیر محمدؐ صاحب سے

دریافت کیا کہ بھائی مجھے اس اخبار کا پتہ لکھا دو کہاں سے نکلتی ہے اور یہ کن لوگوں کی اخبار ہے اس میں بڑی اچھی باتیں لکھی ہیں اور اکثر ایسا ہوتا کہ وہ ان سے پتہ حاصل کر کے بیعت کا خط لکھ دیتا۔

اسی طرح میں نے مولوی محمد عبد اللہ صاحب کا واقعہ سنایا تھا۔ خود وہ بہت سادہ تھے اور زمیندار تھے ایک دفعہ میں نے جلسہ میں تقریر کی کہ جماعت کا ہر شخص سال میں ایک ایک احمدی بنائے اس کے بعد ان کی وفات کا وقت آیا تو

مولوی محمد عبد اللہ صاحب

نے مجھ سے کہا آپ نے تقریر میں ایک ایک احمدی بنانے کی تحریک کی تھی لیکن میں ایک احمدی نہیں بناؤں گا بلکہ ایک سو احمدی بناؤں گا۔ میں نے کہا بہت اچھا۔ سال بھر کے بعد وہ دوسرے جلسہ پر آئے تو ان کے ساتھ ایک آدمی تھا۔ اس کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے حضور دفتر سے دریافت فرمالیں ۹۹ احمدی میں پہلے بنا چکا ہوں اور یہ سوواں احمدی ہے اس کی بیعت قبول فرمائیں۔ اب دیکھو ایک سادہ زمیندار تو سال میں سو سو احمدی بناتا ہے اور مبلغ جو تنخواہ دار ہے اور کچھ تنخواہ کم ہونے کا شاکی ہے سال میں صرف ایک احمدی بناتا ہے۔ اگر یہی صورت رہی تو جیسا کہ میں نے بتایا ہے صرف پاکستان کے لئے ہمیں آٹھ کروڑ مبلغین کی ضرورت ہوگی۔ اور یہ آٹھ کروڑ ہم کہاں سے لائیں گے۔

آج ہی

ایک امریکن نوجوان کا خط

آیا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ ہر ملک میں تبلیغ کے لئے دو قسم کے آدمیوں کی ضرورت ہوتی ہے ایک تو وہ لوگ ہوتے ہیں جو "پائینیر" ہوتے ہیں۔ اور ایک وہ ہوتے ہیں جو تعلیم و تربیت کا کام کرتے ہیں۔ ہمارے ملک میں ابھی ایسے لوگوں کی ضرورت ہے۔ جو "پائینیر" یعنی ابتدائی طور پر زمین صاف کرنے والے ہوں جیسے مفتی محمد صادق صاحب تھے یا صوفی مطیع الرحمٰن صاحب تھے۔ یہ لوگ احمدیت کے لئے زمین ہموار کرنے والے تھے۔ پھر اس نے لکھا کہ یہاں اس وقت رومن کیتھولک فرقہ کے لوگوں میں تبلیغ کا بڑا جوش پایا جاتا ہے ویسے پروٹسٹنٹ فرقہ کی تعداد زیادہ ہے لیکن

کیتھولک عیسائی

لوگوں کے دروازوں پر جاتے ہیں اور دروازے کھٹکھٹا کر پمفلٹ دے آتے ہیں اور اس مہم کے نتیجہ میں پچھلے چند مہینوں میں لاکھوں لوگ اس فرقہ میں داخل ہو گئے ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ ہمیں ایسے لوگوں کی ضرورت نہیں۔ جو آرام سے مسجد میں بیٹھ جائیں اور ہمیں کہیں آؤ اور ہم سے پڑھ لو۔ ہمیں وہ آدمی بھیجیں جو لوگوں کے مکانوں پر جا جا کر تبلیغ کریں۔ ایسے آدمی نہ بھیجیں جو مدرس ٹائپ کے ہوں اور وہ یہاں آکر کرسیوں پر بیٹھ جائیں۔ اس وقت اگر تبلیغی مہم کو تیز کیا جائے تو ہزاروں لوگ اسلام کی طرف متوجہ ہو سکتے ہیں۔ لیکن رومن کیتھولک ہو جانے کے بعد انہیں واپس لانا مشکل ہوگا۔

یہاں

چوہدری فتح محمد صاحب

نے بھی تبلیغ کا بڑا اچھا کام کیا ہے۔ وہ تھوڑے ہی عرصہ میں سات آٹھ سو احمدی بنا چکے ہیں۔ اور یہ سب لوگ زمیندار ہیں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے ان کا کام روز بروز بڑھ رہا ہے۔ دوسرے مبلغ بھی لوگوں کے گھروں پر جائیں۔ ان سے دوستیاں قائم کریں اور انہیں جماعت کا لٹریچر دیں۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ کامیاب نہ ہوں

میں ایک دفعہ ڈلہوزی گیا تو میں نے دیکھا کہ وہاں

پادری فرگوسن صاحب

آئے ہوئے تھے انہوں نے سیالکوٹ شہر میں مرے کالج قائم کیا تھا اور خود ایم اے تھے لیکن اس وقت ان کی عمر ۷۵ سال کی تھی۔ مگر اس عمر میں بھی وہ ایک ہاتھ میں سوٹی پکڑ لیتے اور دوسرے ہاتھ میں پمفلٹ اٹھا لیتے اور سارا دن بازاروں اور محلوں میں گھوم گھوم کر ٹریکٹ وغیرہ تقسیم کرتے رہتے۔ ہمیں بھی ایسے اس قسم کے آدمیوں کی ضرورت ہے۔ چنانچہ امریکہ سے یہی مطالبہ آیا ہے کہ ہمیں پائینیرز کی ضرورت ہے۔ وہ کہتے ہیں ہمیں مدرسوں کی ضرورت نہیں۔ مدرسوں کی ضرورت کچھ عرصہ بعد ہوگی۔ اب وقت ہے کہ جتنے آدمیوں کو مسلمان بنایا جا سکے بنا لیا جائے۔ ورنہ انہیں دوسرے مذاہب والے لے جائیں گے۔

مفتی محمد صادق صاحب

شروع سے ہی کمزور صحت کے تھے لیکن انہیں یہ خصوصیت حاصل رہی ہے کہ وہ جہاں بھی گئے خدا تعالیٰ نے ان کے کام میں برکت دی اور جو کام بھی ان کے سپرد کیا گیا وہ انہوں نے بڑے شوق سے کیا۔ مجھے یاد ہے ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ ہمیں ایک ایسے دوست کی ضرورت ہے جو عبرانی پڑھا ہوا ہو تاکہ عبرانی تورات کا بھی مطالعہ کیا جا سکے اور اس طرح تبلیغ میں مدد لی جا سکے۔ مفتی صاحب نے فوراً عبرانی سیکھنے کا تہیہ کر لیا۔ انہوں نے لاہور شہر میں عبرانی جاننے والے کی تلاش کی تو انہیں معلوم ہوا کہ ایک یہودی طوائف کا بھائی عبرانی پڑھا ہوا ہے چنانچہ مفتی صاحب اس یہودی طوائف کے پاس گئے اور اس کی معرفت اس کے بھائی سے دوستی پیدا کی اور اس سے

عبرانی پڑھنے لگ گئے

ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں فرمایا۔ کہ مفتی صاحب مجھے بھی کسی کاغذ پر عبرانی کے کچھ الفاظ لکھ دیں تاکہ میں بھی انہیں سیکھنے کی کوشش کروں۔ غرض بعض لوگوں میں یہ خصوصیت ہوتی ہے کہ وہ مجنونوں کی طرح کام کے پیچھے لگ جاتے ہیں۔ تم بھی اسی طرح کام کر کے پھر دیکھو۔ تمہارے کاموں میں خود بخود برکت پیدا ہو جائے گی اور خدا تعالیٰ تمہیں غیب سے رزق دینا شروع کر دے گا۔

لوگوں کے قلوب اس وقت دین کی طرف مائل ہیں اور وہ ہم سے مبلغین مانگ رہے ہیں لیکن ایسے مبلغین کی ضرورت ہے جو دنیا کے پیچھے نہ پڑیں۔ بلکہ دیوانہ وار تبلیغ کا کام کریں مجھے

دردؔ صاحب کا ایک خط

ان کی وفات سے کچھ دن پہلے ملا جو ان کا آخری خط تھا۔ اس میں انہوں نے لکھا تھا کہ میری ہمیشہ سے یہ خواہش رہی ہے کہ میں اپنا کوئی بیٹا خدمت دین کیلئے وقف کروں۔ لیکن افسوس ہے کہ اس وقت تک ان میں سے کوئی بھی اس قابل نظر نہ آیا اب میں اپنے فلاں بچے کو وقف کرتا ہوں۔ اس کے بعد وہ فوت ہو گئے۔ لیکن ان کی وفات کے بعد ان کے دس گیارہ بچوں اور بچیوں کی طرف سے خطوط آ گئے کہ ہمیں وقف میں قبول فرمائیں۔ ہمارے والد صاحب کی یہ انتہائی خواہش تھی کہ ہم اپنی زندگی وقف کریں۔ اس لئے ہم ان کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے اپنی زندگیاں دین کی خدمت کے لئے پیش کرتے ہیں۔ گویا ایک ہی گھر سے دس گیارہ درخواستیں وقف کی آ گئیں۔ کیا ان لوگوں کی ضروریات نہیں۔ خود درد صاحبؓ کو دیکھ لو جیسا کہ میں نے بتایا تھا وہ ایم اے تھے اور سب جج کیلئے انہیں آفر (offer) آ چکی تھی لیکن پھر بھی وہ سلسلہ کی خدمت کے لئے آ گئے۔ ان کے والدین کی حیثیت اکثر طلباء کے والدین کی حیثیت سے اچھی تھی۔ لیکن اس کے باوجود انہوں نے اپنی ساری زندگی غربت میں گذار دی اور

دین کی خدمت میں مصروف رہے

پھر فوت ہونے سے قبل انہوں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ میں اپنی اولاد کو وقف کرنا چاہتا ہوں اور ان کی وفات کے معاً بعد ان کے قریباً سب بچوں نے زندگیاں وقف کر دیں۔

پس اللہ تعالیٰ کا کام ظاہر ہو کر رہے گا۔ سوال یہ ہے کہ کون شخص سابقون الاولون میں شامل ہوتا ہے اور کون مصائب کا عرصہ گذر جانے کے بعد آتا ہے۔ اگر قربانیوں کا دور گذر جانے کے بعد کوئی شخص آتا ہے تو اُسے وہ برکت نہیں مل سکتی۔ جو مصائب اٹھا کر آنے والوں کو ملے گی۔ میری عمر ۱۳ یا ۱۴ سال کی تھی کہ میں نے

ایک رؤیا دیکھی

اس رؤیا کا نظارہ اب تک میرے سامنے ہے میں نے دیکھا کہ

"اس گلی میں جو اس وقت مدرسہ احمدیہ اور دو دکانوں کے درمیان ہے۔ لوگ کبڈی کھیل رہے ہیں۔ ایک طرف احمدی ہیں اور دوسری طرف غیر احمدی ہیں۔ احمدیوں کی جو سائیڈ ہے اس کا کپتان میں ہوں۔ اور غیر احمدی کھلاڑیوں کے کپتان مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ہیں۔ جب کبڈی شروع ہوئی تو میں نے دیکھا کہ غیر احمدیوں کا جو آدمی بھی آتا احمدی اسے پکڑ کر اسی طرف رکھ لیتے۔ اس طرح یکے بعد دیگرے ان کا ایک ایک آدمی مرتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ صرف مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی رہ گئے آخر میں نے دیکھا کہ اس طرف جدھر اب مدرسہ احمدیہ ہے رُخ کر کے اور دیوار کے ساتھ منہ لگا کر ایک پہلو پر ٹیڑھے ہو کر انہوں نے چلنا شروع کیا اور وہ لکیر جو دونوں پارٹیوں کے درمیان حد فاصل کے طور پر حائل تھی اس طرف بڑھنے لگے۔ جب وہ اس لکیر کے پاس پہنچ گئے تو کہنے لگے

ہیں سارے لوگ آگئے ہیں۔ تب میں بھی آجاتا ہوں۔ یعنی جب سارے آگئے۔ تو میں بھی آجاتا ہوں۔ اور یہ کہہ کر وہ بھی ہماری طرف آگئے۔"

(الفضل ۱۲ مئی ۱۹۵۳ء)

اسی طرح تو سب لوگ اسی سلسلہ میں آجائیں گے بلکہ وہ لوگ بھی آجائیں گے۔ جو اس وقت مخالف ہیں۔ لیکن

برکت والا وہ ہے

جو مصیبت کے وقت میں آگے آئے۔ اور پھر اس کے ذریعہ دوسرے لوگ جماعت میں شامل ہوں۔ خدا تعالیٰ ایسے شخص کو ہی اپنا بہادر سپاہی سمجھتا ہے۔ کیونکہ اس نے اپنے آپ کو اس وقت پیش کیا۔ جب دینی خدمت کے ساتھ کوئی مادی امید وابستہ نہیں تھی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ وہ دن بھی آئیں گے۔ جب خدمتِ دین کے ساتھ مادی مفاد بھی وابستہ ہوں گے۔ لیکن مبارک ہے وہ جو اس دن سے پہلے آتا۔ اور ان لوگوں میں شامل ہوتا ہے۔ جو پہلی رات کے چاند کو دیکھتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے۔ کہ جو شخص مجھے آج قبول کرتا ہے۔ وہ اس شخص کی طرح ہے۔ جس نے پہلی رات کا چاند دیکھا۔ ورنہ جب میں بدر بن گیا۔ تو پھر وہ لوگ بھی ایمان لے آئیں گے۔ جو اس وقت مخالف ہیں۔ مگر اس وقت ان کا ایمان لانا قابل فخر نہیں ہوگا۔

قابل فخر وہی ہے

جو پہلی رات کے چاند کو دیکھتا اور لوگوں کے لئے راہنمائی کا باعث بنتا ہے۔

مسودہ آئین میں انسان کے بنیادی حقوق

(منقول از تسنیم ۱۳ فروری ۱۹۵۶ء)

آج ہم محکمہ تعلقات عامہ کی طرف سے مہیا کردہ ایک اور مضمون شائع کر رہے ہیں۔ اس مضمون کے مندرجات سے ہمیں مکمل اتفاق بھی نہیں ہے اور اسلام کے متعلق اس میں جن پسندیدہ خیالات کا اظہار کیا گیا ہے۔ وہ قارئین "تسنیم" کے لئے نئے بھی نہیں ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ہم اسے اس لئے شائع کر رہے ہیں کہ لوگوں کو معلوم ہو سکے کہ اب ہماری حکومت جس قسم کے خیالات کی نشر و اشاعت کر رہی ہے۔ وہ کیا ہیں۔ نیز انہیں اسبات کا موقع ملے کہ وہ ان کی روشنی میں حکومت کے طرز عمل کا جائزہ لے سکیں (ادارہ)

انسان کے بنیادی حقوق کا تقاضا ہے کہ اسے غور و فکر کی آزادی کے ساتھ ساتھ اپنی صلاحیتوں کے مطابق ترقی کرنے کی نہ صرف تمام اجازت ہو۔ بلکہ اس معاملے میں اسے ضروری مواقع اور سہولتیں بھی بہم پہنچائی جائیں۔ حقیقی جمہوری آئین کی یہ ایک نمایاں خصوصیت ہوتی ہے کہ اس میں فرد کی آزادی کو ہر چیز پر مقدم سمجھا جاتا ہے کیونکہ جب تک ایک ایک فرد آزاد نہ ہوگا۔ اس وقت تک حقیقی جمہوری معاشرہ معرض وجود میں نہیں آسکتا۔ معاشرہ افراد سے بنتا ہے لہذا ہر فرد کو معاشرہ کا ایک ادنیٰ جزو تصور کرنے کی بجائے اسے بذات خود ایک معاشرہ سمجھنا ضروری ہے تاریخ گواہ ہے کہ جہاں بھی کسی فرد واحد نے بے جا پابندیوں سے آزاد ہو کر زندگی کی جد و جہد اور تشکیل میں حصہ لیا ہے اس کا وجود نہ صرف اپنے دوسرے انسانوں کے لئے آیۂ رحمت ثابت ہوا ہے بلکہ آئندہ کی انسانی نسلوں کی نسلی ترقی اور نشوونما کے لئے بھی محرک ہوا ہے۔ انسان کے بنیادی حقوق کی تاریخ اس کی تمدنی زندگی کی ابتدا کے ساتھ شروع ہوتی ہے۔

اگرچہ کسی کو اس کا حق دینا کوئی غیر معمولی بات نہیں لیکن جب ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کے اکثر و بیشتر حصوں میں اب بھی انسان اپنے بنیادی حقوق سے محروم ہے تو پھر یہ دیکھ کر مسرت ہوتی ہے کہ پاکستان جیسے نوزائیدہ ملک کے مسودۂ آئین میں انسان کے بنیادی حقوق کا جو اہتمام کیا گیا ہے وہ جدید دنیا کے تصور سے اگر زیادہ نہیں تو کسی صورت میں کم بھی نہیں۔

انسان کے بنیادی حقوق کا تصور ہمارے لئے نیا نہیں، مغرب میں ان حقوق کا جو تصور آج پیدا ہو رہا ہے اس سے کہیں زیادہ حقیقی اور جامع تصور اسلام نے آج سے ساڑھے تیرہ سو برس قبل پیش کیا تھا۔ لہذا یہ خیال غلط ہے کہ ہمارے مسودہ آئین میں انسان کے بنیادی حقوق کا تصور یورپ یا امریکہ سے مستعار لیا گیا ہے۔ دنیا کو مسلمان حکومتوں کے طرز عمل سے جو غلط فہمی پیدا ہو رہی ہے اس کا بڑا سبب یہ ہے کہ بدقسمتی سے مسلمان حکومتیں اسلام کے صحیح اور بنیادی اصولوں پر قائم ہونے کی بجائے شخصی یا نیم جمہوری بنیادوں پر قائم ہوتی رہی ہیں اور سطحی نگاہ رکھنے والے یا اسلام کی حقیقت سے بے خبر لوگوں نے مسلمانوں کے گذشتہ یا موجودہ طرز عمل کو اسلامی طرز عمل قرار دیا ہے۔ اسی طرح یہ بحث بھی تحصیل حاصل ہے کہ پاکستان ہی مسلمان حکومتوں میں مثالی حیثیت سے دنیا کے سامنے پیش ہوا ہے۔ کیونکہ پاکستان جس مقصد کے لئے عالم وجود میں لایا گیا ہے

اس کا تقاضا یہی تھا کہ اس کے شہریوں کو وہ تمام حقوق حاصل ہوں جن کے بغیر انسان اپنی غایت تخلیق کو پانے سے یکسر قاصر رہتا ہے۔

"پاکستان کے نام اور اس کے قیام کا تعلق اسلام اور صرف اسلام سے ہے۔ اسلام نے تمام انسانوں کو بحیثیت انسان یکساں درجہ دیا ہے رنگ و نسل۔ ذات پات۔ پیشہ و حیثیت میں سے ایسی کوئی چیز نہیں جو اسلام کی نظروں میں انسان کو اس کے بنیادی حقوق کے معاملہ میں ایک دوسرے سے کم یا زیادہ اہمیت دے۔ ہمارے بنیادی عقیدہ کے مطابق تمام انسان آدم کی اولاد ہیں۔ اور آدم مٹی سے پیدا کئے گئے تھے۔ اسلام کے نزدیک انسان اشرف المخلوقات ہے۔ خدا کے بعد سب سے بڑی عظمت صرف انسان کو حاصل ہے۔ انسان کا ذاتی عمل اور کردار ہی اس کو قابل احترام یا ناقابل احترام بناتا ہے۔ لہذا اس سلسلے میں انسان کے عمل ہی کو معیار کی حیثیت حاصل ہے"

پاکستان کے آئین میں اسلام کے پیش کردہ انسانی مساوات کا یہی تصور کارفرما ہے۔ اس میں ہر شہری کی یکساں حیثیت تسلیم کی گئی ہے۔ قانون کی نظر میں لوگ ایک سے ہوں گے اور اس معاملہ میں مذہب۔ رنگ نسل یا حیثیت کا کوئی امتیاز نہ ہوگا ہر شخص کو ذاتی ملکیت اور ذریعہ معاش کی آزادی ہوگی۔ تقریر اور اظہار رائے کی آزادی پرامن مقاصد کے لئے اجتماع اور تنظیم کی آزادی۔ مذہبی عبادات اور فرائض و رسوم کی ادائیگی کی آزادی کے علاوہ ہر شخص کی ذاتی قابلیت اور انفرادی اہلیت کو وقعت دی جائے گی۔ کسی بھی شخص کو قانونی جواز کے بغیر آزادی سے محروم نہ کیا جائیگا یہ اور اس قسم کے دوسرے تمام حقوق قانونی حیثیت رکھیں گے۔ اس کے علاوہ عدلیہ کو انتظامیہ کے چنگل سے آزاد کر کے ان سارے حقوق کے تحفظ کا خاطر خواہ اہتمام کیا گیا ہے۔ انسان کے بنیادی حقوق کے معاملہ میں عام طور پر یہ خیال رکھا جاتا ہے کہ ان کا دائرہ عمل صرف حکومت اور عوام کے درمیان محدود ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ حکومت پر عوام کے کچھ حقوق ہوتے ہیں۔ اور اسی طرح حکومت کی طرف سے بھی عوام پر کچھ فرائض اور ذمہ داریاں عاید ہیں۔ ان کے درمیان بہتر اور خوشگوار تعلقات صرف اسی صورت میں دیرپا طور پر قائم رہ سکتے ہیں جب دونوں اپنے اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کا کامل احساس کرتے رہیں۔

لیکن یہ واضح رہے کہ فرائض و حقوق کا زیادہ تر دارومدار ... ہوتا ہے۔ بنیادی حقوق کا صرف یہ مطلب نہیں کہ کسی حکومت نے عام شہریوں کو کتنی اور کون کون سی آزادیاں دے رکھی ہیں۔ اس معاملہ میں زیادہ اہم بات یہ ہے کہ پہلے خود ایک فرد دوسرے کے حقوق اور جذبات کا کتنا احترام کرتا ہے۔

یاد رکھئے کہ حکومت اور معاشرہ ایک ہی امر کے دو نام ہیں۔ اگر ہمارا معاشرہ آپس میں ایک دوسرے کے حقوق کا لحاظ رکھتا ہے تو حکومت کی دست برداری کی نوبت ہی نہیں آسکتی۔ ہمارے مسودہ آئین میں انسان کے جو حقوق تسلیم کئے گئے ہیں وہ عملی طور پر تبھی زیادہ کارگر ہو سکتے ہیں جب ہمارے عوام الناس میں پہلے خود برداشت رواداری۔ معاشرتی انصاف اور دوسروں کے حقوق کی ادائیگی کا عملی جذبہ بدرجہ اتم موجود ہو۔ اگر ایسا نہ ہوا تو پھر ان حقوق کی حیثیت محض قانونی اور آئینی رہے گی یا زیادہ سے زیادہ ایک قانونی مجبوری کی حیثیت رکھیں گے۔

غیر مسلموں کی حیثیت

کسی غیر مسلم کے مذہب میں مداخلت کرنا اسلام کے بنیادی اصولوں کے منافی ہے۔ اسلام نے ہر انسان کو ضمیر، رائے اور مذہب کی پوری پوری آزادی دی ہے یہاں تک کہ اسلامی حکومت کے دائرہ عمل میں رہنے والے غیر مسلموں کو نہ صرف اپنے مذہبی عقائد اور فرائض کے سلسلے میں پوری آزادی ہوتی ہے بلکہ وہ جائز اور معقول حدود کے اندر اپنے اپنے مذہب کے اصولوں کی تبلیغ بھی کر سکتے ہیں کیونکہ اسلام کو اپنی صداقت پر یقین ہے۔ واضح رہے کہ اسلام نے خود مسلمانوں کو بھی تبلیغ کے معقول اور احسن طریقے اختیار کرنے کی ہدایت کی ہے۔ اور دین میں جبر و اکراہ کو کسی طور روا نہیں رکھا۔ اسلام میں مذہبی یا نسلی اختلاف کی بنا پر ایک دوسرے سے نفرت کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ عدل و انصاف کے معاملے میں بھی اسلام سب سے یکساں سلوک کا حکم دیتا ہے۔ بلکہ دشمن اور برسر جنگ قوم کے کسی فرد کا جب کسی مسلمان سے کوئی تنازعہ ہو تو قرآن حکم دیتا ہے کہ اگر وہ مسلمان بے انصافی پر ہے تو اس کے خلاف فیصلہ دیا جائے۔

مسودہ آئین میں پاکستان کی اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے علاوہ مزید اطمینان کی بات یہ ہے کہ پاکستان میں ہندوستان یا بعض دیگر ممالک کی طرح چھوت چھات یا نسلی منافرت کے لئے پہلے ہی سے کوئی جگہ نہیں۔ انسان کے اکثر و بیشتر حقوق کی نظریاتی مقبولیت عرصے سے موجود ہے تاہم اس بات کی ضرورت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہمیں ان حقوق کے بارے میں اپنے عوام کے اندر عملی احساس پیدا کرنے کے لئے کافی کام کرنا ہوگا۔

مسودہ آئین میں عام لوگوں کو ضمیر، اظہار رائے اور تحریر و تقریر یا اجتماع و تنظیم کا جو حق دیا گیا ہے اس کا غلط استعمال بھی صرف اسی صورت میں نہ ہو سکے گا جب عام لوگ اور ان کے رہنما ذمہ داری کے احساس کو ہر دم اپنے پیش نظر رکھیں۔ یہ ہر شخص کا بنیادی اور جمہوری حق ہے۔ کہ وہ حکومت یا کسی جماعت کے طرز عمل پر نکتہ چینی کرے مگر یہ نکتہ چینی ایسی نہ ہونی چاہیئے جو عوام الناس کے ذہنوں میں انتشار اور مایوسی پیدا کر دے ذمہ دارانہ اور معقول اختلافات ایک قوم کے لئے رحمت بن سکتے ہیں۔ لیکن اگر تحریر و تقریر کی آزادی کو مثبت طور پر استعمال کرنے کی ...

. . . .

. . . . بجائے تخریبی مقاصد کے لئے استعمال کیا جائے تو یہ جمہوریت کی حقیقی روح کے منافی ہونے کے علاوہ عوام الناس سے بھی بدقسمتی کے مترادف ہوگا۔ اس کا صرف یہ مطلب نہیں کہ لوگ بس حکومت پر بیجا نکتہ چینی نہ کریں بلکہ ایک جماعت کے افراد کو دوسری جماعت کے افراد پر بھی نامناسب تنقید کرنے سے اجتناب لازم ہے اصل حقیقت عوام الناس ہیں۔ سوسائٹی افراد کے مجموعے کا نام ہے۔ ایک ترقی یافتہ اور شائستہ سوسائٹی پیدا کرنے کے لئے افراد کی آزادی اشد ضروری ہے۔ شخصی آزادی ہر چیز پر مقدم ہے اور ہمارے لئے اطمینان کی اس سے بڑھ کر اور کوئی بات نہیں کہ پاکستان کے مسودہ آئین میں شخصی آزادی کے احترام کا پورا پورا اہتمام کیا ہے۔

(تسنیم ۱۳ فروری ۱۹۵۶ء)

ربوہ میں چوری کی واردات

ربوہ ۱۷ فروری۔ ربوہ اور ماحول میں ایک عرصہ سے چوری اور نقب زنی کی واردات ہو رہی تھیں۔ چنانچہ مقامی پولیس کے انتظام کے ماتحت رات کو ٹھیکری پہرہ کا مکمل انتظام کیا گیا۔

واقعات سے معلوم ہوتا تھا کہ ایسی واردات میں چور لاری اور ٹرک وغیرہ پر سفر کر کے آتے تھے اور اکثر پختہ سڑک پر جا کر عدم پتہ ہو جاتا تھا۔ چند دن ہوئے کہ چور محلہ دارالصدر ربوہ سے دو بجے رات کے قریب پہرہ داروں سے بھاگ جانے میں کامیاب ہو گئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ گذشتہ رات محلہ دارالبرکات ربوہ میں احمد علی صاحب دکاندار کے گھر سے چوری کرتے ہوئے تین چور پکڑے گئے۔ ان میں سے ایک نے پہرہ داروں پر پستول سے فائر کیا۔ پہرہ داروں نے نہایت جانفشانی سے اپنے آپ کو خطرہ میں ڈالکر چوروں کا مقابلہ کیا۔ اس تگ و دو میں دو چور شدید زخمی ہوئے پستول ۳۰۲ بور کا ہے — چوروں نے اپنے نام حسب ذیل بتائے۔ مقبول ولد شاہ محمد گگے زئی سکنہ محلہ ہرچرن پورہ لائلپور (۲) معراجدین ولد چراغ دین قوم تیلی ہرچرن پورہ لائلپور (۳) عبدالرحمٰن ولد فضل حسین قوم کشمیری گلی مندر والی لائلپور — مقامی پولیس کو اس واقعہ کی اطلاع دی گئی۔ اور سید فیض احمد شاہ صاحب انچارج تھانہ لالیاں موقع پر تشریف لے آئے۔ اور پہرہ داروں سے حالات معلوم کر کے بہت خوش ہوئے۔ پولیس کی موجودگی میں مؤخر الذکر مسمی عبدالرحمٰن ضربات کی وجہ سے مر گیا۔ سنا گیا ہے کہ یہ مشہور ڈاکو ہے۔ اور تھوڑا عرصہ ہوا لاہور جیل سے فرار ہوا تھا۔ پولیس مصروف تفتیش ہے ملزموں سے اور وارداتوں کے انکشاف کی توقع ہے۔

(نامہ نگار)

رجسٹرڈ نمبر ۵۲۵ ل